OPEN ACCESS
AL-EHSAN
ISSN: 2410-1834
www.alehsan.gcuf.edu.pk
PP: 20-47

تعلیمات سید ہجویر کی عصری معنویت

The Contemporary Objectivity of Syed Hajver's Teachings

Dr.Saeed Ahmad Saeedi

Assistant Professor

Department of Islamic Studies & Arabic, Punjab University, Lahore

Hafiz Javed Ahmad

Ph.D Research Scholar, Lahore Garison University, Lahore

Abstract

For the guidance of mankind Allah sent his messengers. After closing the door of prophecy, companions of the last prophet performed the duty of guidance. Their successive disciples and disciples of the disciples had also done this job. Similarly saints and pious men of Ummah had participated too for spreading the teachings of Islam.

For achieving this goal many saints came in subcontinent. One of them is Syed Ali bin Usman known as "Data Gunj Bakhsh". He felt the pulse of time and played his role for the propagation of Islam. His personality was a role model of teachings of Islam during his time. He had spoken loudly in favor of knowledge and against the social evils. He tried his best for public awareness regarding faith in right direction. In this hazardous and materialistic age of time knowing about the teachings and personality of "Data sahab" is most important. By this we can come to know about real Islamic code of life. This article will reveal the importance of the teachings of "Data sahab" in current scenario.

Keywords: Ummah, Subcontinent, Data Gunj Bakhsh, Materialistic, Teachings, Code of life

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے انبیاء کرام کو مبعوث فرمایا۔ انہوں نے بحسن و خوبی فریضہ نبوت ادا کیا اور بھٹکی ہوئی مخلوق کو راہ مستقیم پر گامزن کرتے رہے ۔ دروازۂ نبوت بند ہونے کے بعد یہی ذمہ داری صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور اولیائے امت نے سنبھالی اور چار دانگِ عالم میں اسلام کی شمع روشن کیے رکھی۔ برصغیر ان خوش نصیب خطوں میں سے ہے جسے اولیاء کرام کے قدوم میمنت لزوم کا شرف نصیب ہوا۔ اور یوں اسلام کی روشنی سے بت کدہء ہند کی شب دیجور، صبح نور سے شاد کام ہوئی۔

برصغیر میں نور توحید عام کرنے والے ایک عظیم ولی کامل حضرت سید علی بن عثمان ہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمہ اللہ کا اسم گرامی سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ آپ نے وقت کی نبض پر ہاتھ رکھا اور اپنے علم و عمل، حسنِ اخلاق اور شیریں گفتار سے ہزاروں گمشدگان راہ کو صراط مستقیم پر گامزن فرمایا۔ آپ کی تعلیمات قرآن وسنت اور اقوال آئمہ وصلحاء کے نور سے منور ہیں۔ آپ نے نہ صرف حصولِ علم پر زور دیا بلکہ قرآن وحدیث اور اہل علم کے اقوال سے استدلال کرتے ہوئے معاشرتی برائیوں کو بے نقاب بھی کیا اور انہیں درست کرنے کی راہ بھی دکھائی۔ آپ نے اہلبیت اطہار، صحابہ کرام اور صلحائے امت کے ادب واحترام کا سبق دیا ،ہندوستان کے باسیوں کے عقائد درست کرنے کی کامیاب کوشش فرمائی ہے، انہیں طہارت، عبادات، معاملات اور اخلاقیات کا درس دیا ہے اور بالخصوص آداب بندگی اور آدابِ زندگی پر عالمانہ اور عارفانہ روشنی ڈالی ہے۔

اس دور پُر فتن میں جب کہ اخلاقی گراوٹ اپنی انتہاء کو جا پہنچی ہے اور عصر حاضر کی مادیت زدہ فکر کا جادو سر چڑھ کر بول رہا ہے سید ہجویر کی تعلیمات جو کہ در اصل نبوی تعلیمات سے مستنیر ہیں، کی ضرورت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ ان تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر ہی ہم اسلام کے نظام زندگی سے آشنائی حاصل کر سکتے ہیں اور ان تعلیمات کو اپنا کر ہی اپنے خالق ومالک اور رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا حاصل کر سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں اس مرد درویش کی تعلیمات ملکی و بین الاقوامی مسائل مثلاً دہشت گردی، شدت پسندی اور تفرقہ بازی جیسے عفریت سے نجات دلا سکتی ہیں۔

حضرت سید علی بن عثمان ہجویری رحمہ اللہ کی تعلیمات کو مختلف عنوانات کے ساتھ بیان کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ حضرت سید ہجویر رحمہ اللہ کے نزدیک علم کی ضرورت واہمیت

حضرت سید ہجویر رحمہ اللہ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب "کشف المحجوب" کا پہلا باب علم کی فضیلت واہمیت کے بارے میں لکھا ہے۔

آپ علماء کرام کی فضیلت کو بیان کرتے ہوئے قرآن پاک کی آیت مبارکہ سے استدلال کرتے ہیں:

"إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ"(۱)

(اللہ کے بندوں میں سے صرف علماء ہی {پوری طرح} اس سے ڈرتے ہیں۔)

پھر آپ حدیث پاک بیان فرماتے ہیں:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى الله عَلَيْهِ وسَلَّمَ:
"طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ "(۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علم کو حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ پھر آپ نے ایک اور حدیث ذکر کی ہے:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "
اطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ بِالصِّينِ، فَإِنَّ طَلَبَ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ"
"هَذَا حَدِيثٌ مَتْنُهُ مَشْهُورٌ، وَإِسْنَادُهُ ضَعِيفٌ"(۳)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: علم حاصل کرو اگرچہ چین میں ہو، بے شک علم کو حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ حضرت سیدنا ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے علم وعمل پر بڑا زور دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ علم وہی فرض ہے جس پر عمل ہو سکے۔ اللہ تعالی نے ان لوگوں کی برائی بیان فرمائی ہے جو بے نفع علم کے لئے سرگرداں ہوں۔(۴)

ارشاد باری تعالی ہے:

"وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ "(۵)

"اور سیکھتے ہیں وہ چیز جو ان کو نقصان پہنچاتی ہے اور نفع نہیں دیتی۔"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہ دعا مانگا کرتے:

"اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُبِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ"(۶)

"اے اللہ میں ایسے علم سے تیری پناہ مانگتا ہوں جو نفع نہ دے۔"

حضرت سید علی بن عثمان ہجویری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: علم کو ہمیشہ عمل کے ساتھ ساتھ ہونا چاہئے۔ میں نے عوام کا ایک گروہ ایسا دیکھا ہے جو علم کو عمل پر فضیلت دیتا ہے اور دوسرا گروہ ایسا ہے جو عمل کو علم پر ترجیح دیتا ہے۔ یہ دونوں عقیدے باطل ہیں۔ کیونکہ عمل بغیر علم کسی طرح بھی عمل کہلانے کا مستحق نہیں۔ عمل وہی صحیح ہوتا ہے جو علم کی روشنی میں حاصل ہو، اور ایسے ہی عمل سے بندہ ثواب کا مستحق ہوتا ہے، جیسے کہ نماز، نماز نہیں ہوتی جب تک نماز قائم کرنے والے کو ارکان طہارت کا علم، پانی کی پہچان، قبلہ کی واقفیت، نیت نماز کی کیفیت اور ارکان نماز کا علم نہ ہو۔ غرض جب عمل کی بنیاد ہی علم پر ہے تو ان دونوں میں تفریق محض جہالت ہے۔ اسی طرح علم کی عمل پر فضیلت سمجھنا بھی غلطی ہے۔ کیونکہ علم بے عمل کو علم نہیں کہا جاسکتا۔(۷) جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

"نَبَذَ فَرِيقٌ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ كِتَابَ اللَّهِ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ كَأَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ"(۸)

"اہل کتاب میں سے ایک فریق نے اللہ کی کتاب کو پس پشت ڈال دیا گویا کہ انہیں علم ہی نہیں۔"

عالم بے عمل کو علماء سے خارج قرار دیا گیا۔ جو علم سے دنیا کی عزت اور مرتبہ چاہتا ہے وہ عالم نہیں ہوتا، کیونکہ دنیوی جاہ و مرتبت جہالت کے متعلقات سے ہے۔ اور علم کے لئے بلند ترین مقام ہے۔

حضرت سید ہجویر رحمہ اللہ مخلوق کو خوف خدا کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ آپ نے "کشف المحجوب" میں ایک ایمان افروز حکایت لکھی ہے۔ فرماتے ہیں کہ: بصرہ میں ایک رئیس تھا ،وہ اپنے باغ میں گیا، وہاں اس کی نظر اپنے ملازم کی بیوی پر پڑی۔ ملازم کو کسی کام کے بہانہ باہر بھیجا اور عورت سے کہا: دروازے بند کردو۔ عورت نے کہا میں نے سب دروازے بند کردیئے مگر ایک دروازہ بند نہیں ہوسکتا۔ رئیس نے پوچھا کہ وہ دروازہ کون سا ہے؟ عورت نے جواب دیا، جو ہمارے اور خدا کے درمیان ہے۔ رئیس بہت پشیمان ہوا اور توبہ کی۔

پھر آپ نے حضرت حاتم اصم رضی اللہ عنہ کا قول نقل فرمایا کہ وہ فرماتے ہیں: میں نے چار چیزوں کا علم حاصل کیا اور تمام دنیا کے علوم سے رہائی پائی۔ ان سے پوچھا گیا، کون سی چار چیزوں کا علم ہے؟ فرمایا:

اول: یہ کہ میں جانا کہ میرا رزق مقدر ہے، وہ کم یا زیادہ نہیں ہو سکتا۔ اس طرح طلب زیادت سے نجات پائی۔

دوم: میں نے یہ جانا کہ اللہ تعالی کا مجھ پر حق ہے، اور وہ میرے سوا کوئی ادا نہیں کر سکتا تو میں وہ حق ادا کرنے میں مشغول ہو گیا۔

سوم: میں نے یہ جانا کہ میرا ایک طالب ہے یعنی موت، جس سے مفر نہیں، میں نے اس کو پہچان لیا۔

چہارم: میں نے یہ جانا کہ میرا ایک خدا ہے، وہ میرے حال سے پوری طرح واقف ہے۔ میں اس سے شرمسار رہا اور ناشائستہ افعال سے بچا۔(۹)

حضرت علی بن عثمان ہجویری رحمہ اللہ لوگوں کو علماء سوء اور جاہل صوفیاء سے دور رہنے کی تاکید فرمایا کرتے تھے۔ آپ نے شیخ المشائخ یحی بن معاذ رازی رحمہ اللہ کا خوبصورت قول نقل فرمایا ہے:

"اجتنب صحبة ثلاثة اصناف من الناس العلماء الغافلين والقراء المداهنين والمتصوفة الجاهلين"

تین قسم کے لوگوں سے پرہیز کرو: غافل علماء، خوشامد کرنے والے قاریوں اور جاہل صوفیوں سے۔

حضرت داتا گنج بخش رحمہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ مشکل کام علم حاصل کرنا اور اس پر عمل کرنا ہے۔ آپ رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ حضرت ابویزید بسطامی رحمہ اللہ نے فرمایا:

"عملت في المجاهدة ثلاثين سنة فما وجدت شيئا أشد علي من العلم ومتابعته"

میں نے تیس سال مجاہدہ کیا مگر مجھے کوئی مشقت علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے سے زیادہ سخت معلوم نہ ہوئی۔

المختصر تجھے علم اور اس میں کمال حاصل کرنا چاہیئے۔(۱۰)

مذکورہ بالا عبارات سے واضح ہوا کہ حضرت سیدنا ہجویر رحمہ اللہ کے نزدیک علم کو حاصل کرنا اور اس پر عمل کرنا بہت ضروری ہے۔ آپ رحمہ اللہ نے قرآن وحدیث اور اقوال آئمہ سے علم کی ضرورت و اہمیت کو بڑے احسن انداز میں بیان فرمایا ہے، اور مسلمانوں کو جدید وقدیم علوم میں کمال اور مہارت حاصل کرنے کی رغبت دلائی ہے۔

عصر حاضر میں علم کی اہمیت بہت زیادہ بڑھ چکی ہے۔ علم اقوام عالم کا سب سے قیمتی سرمایہ ہے۔ اب جنگیں میدان جنگ میں نہیں بلکہ کلاس رومز میں لڑی جاتی ہیں۔ آج جو ممالک اور اقوام علم، سائنس اور ٹیکنالوجی میں سب سے آگے ہیں وہ پوری دنیا پر حکومت کر رہے ہیں۔ اور جو اقوام جدید وقدیم علوم سے نا آشنا ہیں وہ ذلیل وخوار ہو رہی ہیں۔ عصر حاضر میں علماء اسلام کی ذمہ داری ہے کہ وہ جدید وقدیم علوم میں مہارت تامہ حاصل کریں اور اسلام کا پیغام امن وسلامتی پوری دنیا میں پہنچائیں، تاکہ غیر مسلم اسلام کی طرف راغب ہوں، اور اسلام کا پوری دنیا میں بول بالا ہو۔

۲۔ حضرت سید علی بن عثمان ہجویری رحمہ اللہ کے نزدیک تصوف کی حقیقت واہمیت

حضرت سید ہجویر رحمہ اللہ نے اپنی معرکہ آراء تصنیف "کشف المحجوب" میں تصوف کی حقیقت ومعرفت اور ضرورت واہمیت کو بڑے احسن انداز میں بیان فرمایا ہے۔ آپ رحمہ اللہ نے صوفیاء کی پہچان کرواتے ہوئے قرآن پاک کی آیت سے استدلال کیا ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

''وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا''(۱۱)

" اور اللہ کے بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی سے چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے کلام کریں تو وہ سلام کر کے کنارہ کش ہو جاتے ہیں"

تصوف کی اصل حدیث پاک سے بھی ثابت ہے۔ ایک مرتبہ جبریل امین انسانی شکل میں حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور چند سوالات پوچھے۔ ان میں ایک سوال احسان کے بارے بھی تھا۔ جبریل نے عرض کی:

"مَا الإِحْسَانُ قَالَ : أَنْ تَعْبُدَ اللهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ ، فَإِنَّهُ يَرَاكَ۔۔۔الخ"(۱۲)

پوچھا احسان کیا ہے؟ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: تم اللہ کی ایسے عبادت کرو گویا اسے دیکھ رہے ہو اور اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔۔۔

مذکورہ حدیث میں عبادت کا جو طریقہ بتایا گیا ہے، صوفیاء کرام اسی طریقہ سے عبادت کرتے ہیں۔

لفظ صوفی کی تشریح

علماء کرام نے لفظ صوفی کے مختلف معانی بیان فرمائے ہیں۔ شیخ علی ہجویری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ایک گروہ کا خیال ہے کہ صوفی کو اس لئے صوفی کہا جاتا ہے کہ وہ صوف یعنی پشم وغیرہ کا لباس پہنتا ہے۔ دوسری جماعت کہتی ہے کہ صوفی صف اول میں ہوتا ہے اس لئے صوفی کے نام سے موسوم ہے۔ بعض دیگر لوگوں کا خیال ہے کہ صوفیاء نے اصحاب صفہ سے محبت اختیار کی اس لئے صوفی کہلائے۔

یہ تشریحات لفظ صوفی کی لغوی صورت کو واضح کرنے سے قاصر ہیں۔ حضرت سید ہجویری رحمہ اللہ لفظ صوفی کی حقیقت بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

صفا مسلمہ طور پر قابل قدر ہے اور اس کا الٹ "کدر" ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"قَالَ عَبْدُ اللهِ: "ذَهَبَ صَفْوُ الدُّنْيَا وَبَقِيَ كَدَرُهَا"[۱۳]

" دنیا کی صفائی جاتی رہی اور میل باقی رہ گیا۔ "

اشیاء کے لطیف حصے کا نام "صفا" ہے اور کثیف کو "کدر" کہتے ہیں۔ چونکہ اہل تصوف اپنے اخلاق اور معاملات کو صاف رکھتے ہیں اور قلبی آفات سے بری ہوتے ہیں اس لئے صوفی کہلائے۔

حضرت سید ہجویر رحمہ اللہ نے تصوف کی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے بڑا پیارا شعر لکھا ہے:

إن الصفا صفة الصديق
إن أردت صوفيا على التحقيق

(اگر تو کامل صوفی دیکھنا چاہتا ہے تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھ کہ اصل صفا ان میں تھی۔)

صفا کی اصل بھی ہے اور فرع بھی۔ اصل یہ ہے کہ دل اغیار سے خالی ہو اور فرع یہ ہے کہ دل اس فریب دینے والی دنیا سے منقطع ہو۔ یہ دونوں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صفتیں ہیں۔(۱۴)

صوفیاء کی اقسام

حضرت شیخ علی ہجویری رحمہ اللہ نے صوفیاء کی تین اقسام بیان کی ہیں:

۱۔ صوفی ۲۔ متصوف ۳۔ مستصوف

۱۔ صوفی

صوفی کی انا فنا ہو جاتی ہے۔ حق اس کی زندگی ہوتی ہے۔ وہ آلات بشریت سے آزاد ہوتا ہے، اور صحیح معنوں میں حقیقت حقائق سے واقف ہوتا ہے۔

۲۔ متصوف

متصوف وہ ہے جو اس مقام کو مجاہدہ سے حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہو، اور اس کوشش میں صوفیاء کی مثال اپنے سامنے رکھ کر اپنے آپ کو درست کرنے میں مصروف ہو۔

۳۔ مستصوف

مستصوف وہ ہے جو روپے پیسے، طاقت اور دنیوی جاہ حاصل کرنے کے لئے صوفیاء کی نقالی کر رہا ہو، اور پہلی دونوں صورتوں سے بے خبر ہو۔

چنانچہ کہا گیا ہے: "المستصوف عند الصوفية كالذباب وعند غيرهم كالذياب" مستصوف صوفیاء کے نزدیک مکھی کی طرح حقیر ہوتا ہے، اور عام لوگوں کے لئے بھیڑیئے کی طرح۔ الغرض صوفی صاحب وصول، متصوف صاحب اصول اور مستصوف صاحب فضول ہوتا ہے۔(۱۵)

حضرت داتا گنج بخش رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مشائخ طریقت نے تصوف کے بارے میں بہت لطیف اور دقیق نکات بیان کئے ہیں، جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

۱۔ شیخ ابو الحسن نوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "الصوفي الذي لا يَملك ولا يملك" صوفی وہ ہے جو کسی چیز کا مالک نہ ہو اور کوئی چیز اس کی مالک نہ ہو۔ اس کا مطلب عین فنا ہے۔ فانی صفت والا مالک ہے نہ مملوک۔ کیونکہ ملکیت کا اطلاق موجودات پر ہوتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ صوفی متاع

دنیا اور زینت عقبی کی کسی چیز کو قبضہ اختیار میں نہیں لیتا، اور خود کو اپنے نفس کی ملکیت اور محکوم نہیں سمجھتا۔ وہ دوسروں پر حکمرانی نہیں کرتا، تاکہ کوئی دوسرا اسے محکوم نہ سمجھے۔

۲۔ شیخ حصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "التصوف صفاء السر من كدورة المخالفة" تصوف دل کو مخالفت کی کدورت سے پاک رکھنے کا نام ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دل کو مخالفت حق سے بچائے۔ کیونکہ دوستی موافقت کا نام ہے۔ اور موافقت مخالفت کی ضد ہے۔ دوست اس عالم میں ہمیشہ فرمان دوست کے تابع ہوتا ہے۔

۳۔ حضرت محمد علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم نے فرمایا: " التصوف خلق فمن زاد عليك في الخلق زاد عليك في التصوف" تصوف خوش خلقی کا نام ہے جو خوش اخلاقی میں تم سے زیادہ ہے وہ تصوف میں بھی تم سے زیادہ ہے۔

خوش خلقی کی دو صورتیں ہیں۔ خدا کے ساتھ اور بندوں کے ساتھ۔ خدا کے ساتھ خوش خلقی اس کے احکام کی پابندی ہے۔ اور بندوں کے ساتھ خوش خلقی یہ ہے کہ صرف خدا کے لئے ان سے میل جول برقرار رکھا جائے۔

۴۔ حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "التصوف مبني على ثمان خصال: ۱. السخاء ۲. والرضاء ۳. والصبر ۴. والاشارة ۵. والغربة ۶. ولبس الصوف ۷. والسياحة ۸.والفقر. أما السخاء فلإبراهيم وأما الرضاء فلإسماعيل وأما الصبر فلايوب وأما الإشارة فلزكريا وأما الغربة فليحى وأما لبس الصوف فلموسى وأما السياحة فلعيسى وأما الفقر فلمحمد صلى الله عليه وعليهم أجمعين"

تصوف کی بنیاد آٹھ چیزوں پر ہے: ۱۔ سخاوت ۲۔ رضا ۳۔ صبر ۴۔ اشارہ ۵۔ غربت ۶۔ اونی لباس پہننا ۷۔ سیر و سیاحت ۸۔ فقر۔

سخاوت حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسی، رضا حضرت اسماعیل علیہ السلام جیسی، صبر حضرت ایوب علیہ السلام جیسا، اشارہ حضرت زکریا علیہ السلام جیسا، غربت حضرت یحیٰ علیہ السلام جیسی، اونی لباس حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسا، سیاحت حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسی، اور فقر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسا۔[۱۶]

۵۔ شیخ مرتعش رحمہ اللہ نے فرمایا: " التصوف حسن الخلق" تصوف اچھے خلق کا نام ہے۔

یہ تین طرح ہے: ۱۔ احکام خداوندی کو بغیر ریا اور نمائش کے پورا کرنا۔ ۲۔ بڑوں کی عزت کرنا، چھوٹوں کے ساتھ محبت سے پیش آنا اور برابر کے لوگوں سے انصاف کرنا اور کسی سے عوض و معاوضہ کی توقع نہ رکھنا۔ ۳۔ خود ہوا و ہوس اور شیطانی رجحانات سے پرہیز کرنا۔

یہ تینوں امور درست ہو جائیں تو انسان خوش اخلاق ہے۔(۱۷)

کسی شخص نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں کچھ بتائیں، تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: قرآن پڑھو۔ اللہ تعالی نے اس میں فرمایا ہے:

"خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ"(۱۸)

"قبول کیجئے معذرت {خطاکاروں سے} اور حکم دیجئے نیک کاموں کا اور رخ {انور} پھیر لیجئے نادانوں کی طرف سے"

صوفیاء کرام بھی انہیں اخلاق حسنہ کی عملی تصویر ہوتے ہیں۔

مذکورہ بالا عبارات سے واضح ہوا کہ تصوف رسم نہیں، بلکہ حقیقت ہے۔ اس کی اصل قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ تصوف اسلام کی روح کا نام ہے۔ تصوف ظاہر و باطن کو سنوارنے کا نام ہے۔ صوفیاء کرام کی صفات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین میں موجود تھیں، اگرچہ وہ صوفیاء کے نام سے معروف نہیں تھے۔

عصر حاضر میں قیام امن کے لئے صوفیاء کرام کی تعلیمات پر عمل کرنا بہت ضروری ہے۔ صوفیاء بلا تفریق مذہب و مسلک مخلوق خدا سے پیار و محبت کا درس دیتے ہیں۔ وہ اللہ کے بندوں کو آپس میں جوڑتے ہیں، توڑتے نہیں۔ وہ ہر قسم کی دہشت گردی، فتنہ وفساد، قتل وغارت اور اختلاف و انتشار کے خلاف ہیں۔ ہمارے برصغیر پاک وہند میں اسلام انہیں صوفیاء کرام کے اخلاق سے پھیلا ہے۔

۳۔ ایثار کی فضیلت واہمیت اور تعلیمات سید ہجویر رحمہ اللہ

اسلام نے اپنے ماننے والوں کو معاملات حیات میں ایثار کی تعلیم دی ہے۔ اور صوفیاء کرام بھی اسی پر عمل پیرا رہے ہیں۔ حضرت سید ہجویر رحمہ اللہ اپنی شہرہ آفاق کتاب "کشف المحجوب" میں ایثار کی تعلیم دیتے ہوئے قرآن پاک کی ایک آیت سے استدلال فرماتے ہیں:

"وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ"(۱۹)

وہ اپنی بے سروسامانی کے باوجود دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں۔

یہ آیت خاص طور پر صحابہ کرام کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ حضرت داتا گنج بخش رحمہ اللہ ایثار کے معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ایثار کے حقیقی معنی یہ ہیں کہ مصاحب کے حق کو تسلیم کیا جائے۔ اپنے مطلب کو دوست کے مطلب سے فروتر رکھا جائے، اور اس کی خوشی کے لئے خود تکلیف برداشت کی جائے۔ ایثار دوسروں کی مدد کرنے کا نام ہے۔[۲۰]

حضرت سید علی بن عثمان ہجویری رحمہ اللہ ایثار کی فضیلت و اہمیت بیان کرتے ہوئے حضرت نافع کی روایت نقل فرماتے ہیں کہ:

ایک مرتبہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو مچھلی کی خواہش ہوئی۔ تمام شہر میں تلاش کی گئی مگر میسر نہ آئی۔ کئی دنوں کے بعد مجھے دستیاب ہوئی۔ میں نے کباب بنوا کر پیش کئے۔ مچھلی کو دیکھ کر حضرت ابن عمر خوش ہوگئے۔ اسی وقت کوئی سائل دروازے پر حاضر ہوا۔ حکم دیا کہ مچھلی سائل کو دے دو۔ غلام نے کہا اتنے روز کے بعد مچھلی دستیاب ہوئی ہے۔ اسے کیوں تقسیم کر رہے ہیں۔ اس کی بجائے سائل کو کوئی اور چیز دے دی جائے گی۔ فرمایا نہیں یہ مجھ پر حرام ہے، اور میرے دل سے اتر چکی ہے۔ میں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا:

«أیما أمريء اشتهى شهوة فرد شهوته وآثر على نفسه غفر الله له»[۲۱]

جس نے کسی چیز کی آرزو کی اور وہ اس کو مل گئی، اور پھر اس نے کسی دوسرے کی خواہش کو اپنی آرزو سے فائق سمجھ کر اس کو دے دی تو اللہ تعالی اس کو بخش دے گا۔[۲۲]

حضرت سید ہجویر رحمہ اللہ صحابہ کرام کے ایثار کی ایک عمدہ مثال ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

جب غزوہ احد میں مومنوں کی آزمائش ہو رہی تھی صالحات انصار میں سے ایک عورت نے ارادہ کیا کہ خود میدان کارزار میں جا کر سر فروشوں کو پانی پیش کرے۔ ایک صحابی زخموں سے نڈھال دم توڑ رہے تھے، پانی کے لئے اشارہ کیا۔ جب پانی ان کو دیا جا رہا تھا تو ایک دوسرے زخمی نے کہا کہ یہ پانی مجھے دو۔ پہلے زخمی نے پانی پینے سے انکار کر دیا، اور کہا کہ دوسرے کے پاس لے جاو۔ جب وہ عورت اس کے پاس گئی تو تیسرے نے آواز دی کہ پانی مجھے دو۔ دوسرے نے بھی پانی نہ پیا

اور کہا کہ تیسرے کے پاس لے جاو۔ اسی طرح سات مجروحین کو پانی پیش کیا گیا۔ ساتویں نے پانی پینا چاہا تو دم توڑ گیا۔ واپس ہوئی تو باقی چھ بھی جاں بحق ہو چکے تھے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

"وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ" (۲۳)

وہ اپنی بے سروسامانی کے باوجود دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں۔ (۲۴)

مذکورہ بالا عبارات سے واضح ہوا کہ قرآن وسنت میں ایثار کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اپنی ذات کو چھوڑ کر ہمیشہ دوسروں پر ایثار کرتے رہے ہیں۔

عصر حاضر میں خود غرضی، لالچ، ہوس اور بغض و عناد عام ہے۔ لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم قرآن وسنت اور بزرگان دین کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر ایثار کو عام کریں، تاکہ ہمارا معاشرہ مذکورہ برائیوں سے پاک ہو سکے۔ اور پیار و محبت اور امن وامان فروغ پا سکے۔

۴۔ عقیدہ توحید کی ضرورت واہمیت حضرت سید ہجویر رحمہ اللہ کی تعلیمات کی روشنی میں

عقیدہ توحید اسلام کے بنیادی عقائد میں سے اہم عقیدہ ہے۔ یہ اسلام کی بنیاد ہے۔ اور ارکان اسلام میں سے پہلا رکن ہے۔ تمام انبیاء کرام نے اپنی امتوں کو یہ عقیدہ ازبر کرایا، اور صلحاء امت بھی اسی عقیدے پر زور دیتے رہے۔ صوفیاء کرام سب سے بڑے توحید پرست ہوتے ہیں۔

حضرت سید علی بن عثمان ہجویری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "کشف المحجوب" میں جابجا عقیدہ توحید کی ضرورت واہمیت بیان کی ہے۔ آپ عقیدہ توحید پر آیات قرآنی سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں: باری تعالیٰ نے فرمایا:

"وَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ" (۲۵)

اور تمہارا خدا، خدائے واحد ہے۔ پھر فرمایا:

"قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ" (۲۶)

کہو اللہ واحد ہے۔ نیز فرمایا:

"لَا تَتَّخِذُوا إِلَٰهَيْنِ اثْنَيْنِ إِنَّمَا هُوَ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ" (۲۷)

دو معبود نہ ٹھیراو، سوائے اس کے کوئی معبود نہیں۔ (۲۸)

توحید کی حقیقت

حضرت سید ہجویر رحمہ اللہ توحید کی حقیقت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فی الحقیقت توحید کسی چیز کے یگانہ ہونے کا اقرار اور اس کی یگانگی سے متعلق علم ہونے کا نام ہے۔ چونکہ ذات حق ایک ہے۔ اپنی ذات اور صفات میں تقسیم سے بالاتر ہے۔ بے مثال ہے۔ لاثانی ہے، اور اپنے افعال میں لاشریک ہے۔ موحدوں نے اسے یگانہ سمجھا ہے۔ اس علم یگانگی کو توحید کہتے ہیں۔

توحید کے تین مختلف پہلو ہیں:

۱۔ توحید حق برائے حق یعنی حق تعالی کا علم اپنی یگانگی سے متعلق۔

۲۔ توحید حق برائے خلق یعنی حکم حق کہ بندہ اس کی توحید کا اقرار کرے اور اس کے یعنی بندے کے دل میں توحید حق کا تصور جاگزین ہو۔

۳۔ توحید خلق برائے حق یعنی حق تعالی کی وحدانیت سے متعلق مخلوق کا علم۔(۲۹)

اللہ تعالی کی شان وعظمت مزید بیان کرتے ہوئے حضرت علی ہجویری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ: حی و علیم ہے۔ روف و رحیم ہے۔ مرید و قدیر ہے۔ سمیع و بصیر ہے۔ متکلم و باقی ہے۔۔۔ وہ اپنی قدیمی صفات پر قائم ہے۔ معلومات اس کے علم سے باہر نہیں۔۔۔ وہی کرتا ہے جو چاہتا ہے۔ وہی چاہتا ہے جو جانتا ہے۔ کسی مخلوق کو اس کے حضور اختیار نہیں۔ اس کے احکام اٹل ہیں۔ اور اس کے دوستوں کو بجز تسلیم چارہ کار نہیں۔ وہی خیر وشر کی قدریں قائم کرتا ہے۔ امید وبیم اسی سے ہے۔ نفع وضرر کا خالق وہی ہے۔ حکم صرف اسی کا رواں ہے۔ اس کا کوئی حکم حکمت سے خالی نہیں۔ قضاء وقدر کا وہی مالک ہے۔۔۔ الخ(۳۰)

مذکورہ بالا عبارات سے واضح ہوا کہ توحید اسلام کے اہم اور بنیادی عقائد میں سے ہے۔ قرآن وحدیث میں اس کی بڑی تاکید آئی ہے۔

عصر حاضر میں اس کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ کیونکہ مختلف مذاہب کے لوگ مختلف خداوں کو مانتے ہیں۔ یہ اسلام کا طرہ امتیاز ہے کہ وہ صرف ایک خدا کی عبادت کرنے اور صرف اسی کے آگے سربسجود ہونے کا حکم دیتا ہے۔

فیلسوف اسلام حضرت علامہ محمد اقبال رحمہ اللہ نے فرمایا تھا:

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

۵۔طہارت کی ضرورت واہمیت اور تعلیمات حضرت سید علی بن عثمان ہجویریؒ

اسلام میں طہارت کی بڑی اہمیت ہے۔ اسلام نے طہارت وپاکیزگی کو ایمان کا حصہ قرار دیاہے۔ حدیث پاک میں ہے:

"عَنْ أَبِي مَالِكٍ الأَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم «الطَّهُورُ شَطْرُ الإِيمَانِ۔۔۔"(۳۱)

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: طہارت ایمان کا حصہ ہے۔

حضرت سید علی بن عثمان ہجویری رحمہ اللہ طہارت کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ایمان کے بعد سب سے پہلی چیز جو بندہ حق پر فرض ہوتی ہے وہ نماز کے لئے طہارت ہے۔ جس کا مطلب بدن کو نجاست اور جنابت سے پاک کرنا ہے۔۔۔ طہارت کی دو صورتیں ہیں۔ ایک جسم کی طہارت ہے اور دوسری دل کی۔ طہارت بدن کے بغیر نماز درست نہیں ہوتی۔ اسی طرح دل کی طہارت کے بغیر معرفت درست نہیں ہوتی۔ طہارت بدن کے لئے صاف پانی کی ضرورت ہے۔ گدلا اور مستعمل پانی درکار نہیں ہوتا۔ اسی طرح دل کی طہارت کے لئے خالص توحید حق کی ضرورت ہے۔ متفرق اور پریشان اعتقاد درکار نہیں۔ صوفیاء کرام ہمیشہ بدنی طہارت کے علاوہ باطنی طہارت کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ ارشاد باری تعالی ہے:

"إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ "(۳۲)

بے شک اللہ تعالی توبہ کرنے والوں اور صاف ستھرا رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

پس جو ظاہری طہارت پر مداومت کرتا ہے، ملائکہ اس کی دوستی کا دم بھرتے ہیں۔ جو باطنی طہارت یعنی توحید حق پر قائم ہے، حق تعالی اسے دوست رکھتے ہیں۔۔۔ پس ظاہری طہارت اور باطنی طہارت کو ہم رکاب ہونا چاہئیے۔ یعنی جب ہاتھ دھوئے تو دل کو بھی دنیا کی محبت سے پاک کرے۔ جب منہ میں پانی ڈالے تو منہ کو ذکر غیر سے خالی کرے۔ جب ناک میں پانی ڈالے، تو نفسانی

خواہشات اپنے اوپر حرام کر دے۔ منہ دھوئے تو جملہ مالوفات سے یکبار گی اعراض کرے اور رو بحق ہو جائے۔ جب ہاتھ دھوئے تو اپنے جملہ دنیوی نصیب سے دست بردار ہو جائے۔ جب مسح کرے تو اپنے تمام امور کو سپرد خدا کرے۔ اور جب پاؤں دھوئے تو جب تک احکام خدا کے مطابق نہ دھوئے نماز کے لئے کھڑا نہ ہو تا کہ دو گونہ طہارت نصیب ہو۔(۳۳)

صوفیاء کرام بڑے باادب تھے۔ حضرت سید ہجویر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: کہتے ہیں کہ ابو طاہر حرمی رحمہ اللہ چالیس برس تک حرم مکہ میں مقیم رہے، مگر حرم کے اندر طہارت نہیں کی۔ ہر بار حرم سے باہر جاتے اور فرماتے جس زمین کو حق تعالی نے اپنی طرف منسوب کیا ہے میں اپنا مستعمل پانی اس پر نہیں گرا سکتا۔۔۔ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کے متعلق مشہور ہے کہ بیماری کے عالم میں آپ نے وفات کے دن ساٹھ بار طہارت فرمائی، اور فرمایا میں چاہتا ہوں کہ حکم حق آئے تو میں باطہارت لبیک کہوں۔

حضرت شبلی رحمہ اللہ وضو کر کے مسجد میں داخل ہو رہے تھے کہ غیب سے آواز آئی "تو نے ظاہر کو پاک کر لیا۔ باطن کی صفائی کہاں ہے؟ آپ وہیں سے واپس ہو گئے۔ سب مال و دولت راہ خدا میں تقسیم کر دی، اور ایک سال تک صرف اتنے کپڑے پر اکتفا کیا جو نماز کے لئے کافی تھا۔ آپ حضرت جنید رحمہ اللہ کے پاس آئے تو انہوں نے فرمایا" کیا خوب طہارت تھی جو تم نے کی، خدا تمہیں ہمیشہ پاک رکھے "اس کے بعد آپ کبھی بے طہارت نہیں رہے۔(۳۴)

مذکورہ بالا عبارات سے واضح ہوا کہ طہارت وپاکیزگی کی اسلام میں بڑی اہمیت ہے۔ اسلام نے ظاہری پاکیزگی کے ساتھ ساتھ باطنی پاکیزگی کا بھی حکم دیا ہے۔ اولیاء کرام بڑے مودب تھے، وہ ظاہری اور باطنی پاکیزگی کا خیال رکھا کرتے تھے۔

عصر حاضر میں ظاہری صفائی اور پاکیزگی پر بڑا زور دیا جا رہا ہے، اور کہا جاتا ہے کہ صحت مند زندگی کے لئے صفائی اور طہارت بہت ضروری ہے۔ یہ اسلام کا طرہ امتیاز ہے کہ اس نے نہ صرف ظاہری صفائی اور پاکیزگی کا حکم دیا ہے بلکہ باطنی اور حقیقی پاکیزگی کی تاکید بھی فرمائی ہے۔

۶۔ توبہ کی ضرورت واہمیت حضرت سید ہجویر رحمہ اللہ کی تعلیمات کی روشنی میں

قرآن وحدیث میں توبہ کی بڑی اہمیت بیان کی گئی ہے۔ اللہ تعالی کی ذات بڑی کریم ہے۔ جب بھی اس کا گنہگار بندہ سچی توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالی اس کے تمام گناہ مٹا دیتا ہے۔

حضرت سید ہجویر رحمہ اللہ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب "کشف المحجوب" میں قرآن وحدیث سے استدلال کرتے ہوئے توبہ کی ضرورت واہمیت بیان فرمائی ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

سالکان حق کا پہلا قدم توبہ ہے، جیسے داعیان عمل کا پہلا درجہ طہارت ہے۔ چنانچہ باری تعالی نے فرمایا:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَصُوحًا"(۳۵)

اے ایمان والو: حق تعالی کے حضور سچی توبہ کرو۔

نیز فرمایا:

"وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ"(۳۶)

اور سب اللہ کے حضور توبہ کرو تاکہ بہبود پاو۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ما من شئ أحب إلى الله تعالى من شاب تائب"(۳۷)

حق تعالی کو توبہ کرنے والا نوجوان سب سے عزیز ہے۔

نیز فرمایا:

"عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ ، عَنْ أَبِيهِ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وسَلَّمَ : التَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ، كَمَنْ لاَ ذَنْبَ لَهُ."(۳۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کی مانند ہے جس نے کوئی گناہ نہ کیا ہو۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (وإذا أحب الله عبدا لم يضره ذنب)(۳۹)

جب اللہ تعالی کسی کو دوست رکھتا ہے تو گناہ سے اس کو نقصان نہیں ہوتا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی:

"إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ"(۴۰)

بے شک اللہ تعالی توبہ کرنے والوں اور پاک رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

اور مذکورہ حدیث میں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گناہ دوستان حق کو نقصان نہیں دیتا۔ اس کا مطلب ہے کہ بندہ گناہ سے کافر نہیں ہوتا، اور اس کے ایمان میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا۔ ایسا نقصان جس کا انجام نجات ہو فی الحقیقت نقصان نہیں ہوتا۔(۴۱)

حضرت داتا گنج بخش رحمہ اللہ نے توبہ کہ تین شرطیں بیان فرمائی ہیں:

پہلی شرط: مخالفت احکام حق تعالی سے پشیمانی ہے۔ دوسری شرط: مخالفت احکام کو فورا چھوڑ دینا۔ تیسری شرط: گناہ کی طرف دوبارہ نہ لوٹنے کا ارادہ۔۔۔ پھر فرماتے ہیں کہ لغزش پر ندامت کے تین اسباب ہیں، جیسا توبہ کی تین شرطیں ہیں:

۱۔ عذاب کا خوف دل پر طاری ہو جائے۔ برے افعال کی وجہ سے دل مغموم ہو جائے۔ اور اس طرح ندامت کا احساس پیدا ہو جائے۔

۲۔ نعمت کی خواہش ہو، اور یہ احساس ہو کہ برے افعال اور نافرمانی سے نعمت حاصل نہیں ہو گی۔ اور اس کا نتیجہ ندامت ہو۔

۳۔ روز قیامت کی رسوائی کا خوف ہو۔ اور اس خوف کی وجہ سے انسان نادم ہو جائے۔

پہلی صورت میں توبہ کرنے والا "تائب" کہلاتا ہے۔ دوسری صورت میں "منیب" اور تیسری میں اواب۔ اسی طرح توبہ کے تین مقام ہیں۔ یعنی توبہ۔ انابت اور اوبت۔ توبہ خوف عذاب سے۔ انابت طلب ثواب سے اور اوبت تعظیم فرمان حق سے وابستہ ہوتی ہے۔ (۴۲)

حضرت سید ہجویر رحمہ اللہ نے توبہ کی تین قسمیں بیان کی ہیں:

۱۔ توبہ گناہ سے نیکی کی طرف۔ ۲۔ توبہ نیکی سے بلند تر نیکی کی طرف۔ ۳۔ توبہ خودی سے حق تعالی کی طرف۔

خطا سے نیکی کی طرف توبہ کی مثال یہ ہے کہ حق تعالی نے فرمایا:

"وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ" (۴۳)

اور وہ لوگ جن سے کوئی فعل بد سرزد ہوا یا انہوں نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ پھر حق تعالی کو یاد کیا اور گناہوں کی معافی مانگی۔

نیکی سے بلند تر نیکی کی توبہ کی مثال یہ ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام نے فرمایا: "تبت الیک" میں نے تیری طرف رجوع کیا۔

اور خودی سے حق تعالی کی طرف توبہ کی مثال یہ ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"وَاللَّهِ إِنِّي لَأَسْتَغْفِرُ اللَّهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ فِي الْيَوْمِ أَكْثَرَ مِنْ سَبْعِينَ مَرَّةً" (۴۴)

قسم بخدا میں ایک دن میں ستر مرتبہ سے زیادہ اللہ تعالی سے توبہ اور استغفار کرتا ہوں۔ (۴۵)

مذکورہ بحث سے معلوم ہوا کہ اسلام میں توبہ کی بڑی اہمیت ہے۔ بندہ جب بھی سچے دل سے اللہ تعالی کی بارگاہ میں حاضر ہو کر توبہ کرتا ہے، اللہ تعالی اس کے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ لہٰذا ہمیں اللہ تعالی کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے بلکہ جب بھی گناہ ہو جائے فورا توبہ کر لینی چاہیے۔ کیونکہ اللہ تعالی کی رحمت پکار پکار کر کہتی ہے:

ہم تو مائل بکرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے راہ رو منزل ہی نہیں

۷۔ عبادات کی فضیلت واہمیت اور تعلیمات سید علی بن عثمان ہجویری رحمہ اللہ

اسلام میں عبادات کی بڑی فضیلت واہمیت بیان کی گئی ہے۔ اسلام کے پانچ بنیادی ارکان ہیں۔ جن کا ذکر حدیث پاک میں ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم بُنِيَ الإِسْلاَمُ عَلَى خَمْسٍ شَهَادَةِ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللَّهُ ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ ، وَإِقَامِ الصَّلاَةِ ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ وَالْحَجِّ ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ. (۴۶)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ یہ گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، اور نماز قائم کرنا، زکوۃ دینا، حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔

حضرت سید علی بن عثمان ہجویری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "کشف المحجوب" میں ان پانچ ارکان اسلام کا ذکر بڑی خوبصورتی سے کیا ہے۔ ان میں سے توحید کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ بقیہ چار ارکان اسلام کا ذکر کیا جاتا ہے۔

ا۔ نماز

نماز کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے حضرت سید ہجویر رحمہ اللہ نے قرآن پاک سے استدلال کیا ہے۔ حق تعالی نے فرمایا:

"وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ" (۴۷)

اور نماز قائم کرو۔

نماز کا معنی بیان کرتے ہوئے حضرت داتا گنج بخش رحمہ اللہ لکھتے ہیں: لغت کے لحاظ سے نماز ذکر و دعا ہے۔ اور فقہاء کی اصطلاح میں وہ مخصوص عبادت حق ہے جو ہر روز خاص احکام کے ساتھ کی جاتی ہے۔ اللہ تعالی کا حکم ہے کہ مقرر وقت پر روزانہ پانچ نمازیں ادا کرو۔

پھر نماز کی شرائط ذکر کرتے ہیں:

۱۔ جسم کی طہارت ظاہر میں نجاست اور باطن میں ہوا و ہوس سے۔

۲۔ لباس کی طہارت، ظاہر میں نجاست اور باطن میں مال حرام سے۔

۳۔ مکان کی طہارت، ظاہر میں گندگی سے اور باطن میں فساد و معصیت سے۔

۴۔ قبلہ رو ہونا، ظاہر کا قبلہ کعبہ معظم ہے اور باطن کا عرش اعظم یعنی سرِ مشاہدہ حق۔

۵۔ قیام، ظاہر حسب طاقت اور باطن روضہ قرب حق۔ قیام ظاہر مقررہ وقت کی حدود میں اور قیام باطن مقام حقیقت پر ہمیشہ۔

۶۔ نیت بطیب توجہ۔

۷۔ خوف حق اور فنائے صفات بشری کے مقام پر تکبیر پڑھنا۔ وصل کے مقام پر قیام کرنا اور ترتیل کے ساتھ قراءت کرنا۔ گڑگڑا کر رکوع، عجز و انکسار کے ساتھ سجود، اطمینان دل کے ساتھ تشہد ادا کرنا، اور بشری صفات کی فنا پر سلام پھیرنا۔

آپ رحمہ اللہ مزید لکھتے ہیں کہ: احادیث میں آیا ہے کہ جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا کرتے تھے تو ان کے باطن میں اس دیگ کی طرح جوش ہوتا تھا جس کے نیچے آگ جل رہی ہو۔ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ قصد نماز فرماتے تو آپ کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے۔ جسم پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا اور فرماتے تھے۔ اس امانت کو ادا کرنے کا وقت آ گیا جسے اٹھانے سے زمین و آسمان عاجز تھے۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں: میں نے حاتم اصم رحمہ اللہ سے پوچھا کہ آپ نماز کس طرح ادا کرتے ہیں۔ فرمایا جب وقت نماز ہو تو ایک ظاہری وضو کرتا ہوں اور دوسرا باطنی۔ ظاہری وضو پانی سے اور باطنی توبہ سے۔ پھر مسجد میں داخل ہوتا ہوں۔ بیت الحرام میرے سامنے ہوتا ہے۔ مقام ابراہیم دونوں ابرووں کے درمیان ہوتا ہے۔ بہشت دائیں، جہنم بائیں۔ صراط تحت قدم۔ فرشتہ

موت کو اپنے پیچھے تصور کرتا ہوں۔ پھر نہایت تعظیم واحترام کے ساتھ تکبیر پڑھتا ہوں۔ حرمت کے ساتھ قیام، خوف کے عالم میں قرات، انکساری کے ساتھ رکوع، تضرع کے ساتھ سجود، حلم و وقار کے جلوس اور شکر کے ساتھ سلام۔(۴۸)

مذکورہ عبارات سے واضح ہوا کہ نماز اسلام کا بنیادی رکن ہے۔ نماز کی چند شرائط ہیں جن کو پورا کرنا ضروری ہے۔ نماز کو پوری توجہ کے ساتھ ادا کرنا چاہئے۔ موجودہ دور بدامنی، افراتفری اور بے سکونی کا دور ہے۔ لہٰذا جو شخص نماز پنجگانہ پابندی سے صحیح سنت کے مطابق ادا کرتا ہے۔ اس کو سکون قلب کی دولت نصیب ہو جاتی ہے۔ اور وہ کئی گناہوں سے بچ جاتا ہے۔

۲۔ زکوۃ

زکوۃ بھی اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک رکن ہے۔ حضرت سید ہجویر رحمہ اللہ زکوۃ کی اہمیت بیان کرتے ہوئے قرآن پاک سے استدلال کرتے ہیں: حق تعالی نے فرمایا:

"وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ"(۴۹)

اور نماز قائم کرو اور زکوۃ دو۔

آپ رحمہ اللہ مزید لکھتے ہیں: زکوۃ ارکان و فرائض اسلام میں شامل ہے۔۔ اس سے روگردانی روا نہیں۔ زکوۃ اتمام نعمت پر واجب ہوتی ہے۔ یعنی جب دو سو درہم جو نعمت تمام ہے کسی کے تصرف میں ہوں اور ایک سال گزرنے کے باوجود ان کی ضرورت نہ پڑے تو اس پر پانچ درہم زکوۃ نکالنا واجب ہے۔ بیس دینار بھی نعمت تمام ہے، اس پر نصف دینار واجب الادا ہے۔ پانچ اونٹ بھی نعمت تمام ہے اور اس پر ایک بھیڑ یا بکری زکوۃ واجب ہوتی ہے۔ باقی جو اموال اس طرح ہوں ان پر زکوۃ واجب الادا ہے۔۔۔ زکوۃ درحقیقت شکر نعمت ہے۔ تندرستی بڑی نعمت ہے۔ ہر عضو کی زکوۃ ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ اپنے تمام اعضاء کو مصروف عبادت رکھے۔ اور صرف کھیل کود کے لئے وقف نہ کر دے۔ تاکہ زکوۃ نعمت کا حق ادا ہو سکے۔

کہتے ہیں کسی عالم نے ازراہ آزمائش حضرت شبلی رحمہ اللہ سے زکوۃ کے متعلق مسئلہ پوچھا۔ آپ نے فرمایا: جب بخل موجود ہو اور مال حاصل ہو تو دو سو درہم میں سے پانچ دینے واجب ہیں۔ یعنی تمہارے مذہب کے مطابق بیس دینار میں سے نصف دینار دینا چاہئے۔ میرے مذہب میں کوئی ملکیت نہیں بنانی چاہئے۔ تاکہ زکوۃ کے معاملہ میں آزاد ہو جائیں۔ یہ سن کر اس عالم نے دریافت کیا۔ اس مسئلہ میں آپ کا امام کون ہے؟ فرمایا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ جو کچھ

ان کے پاس تھا وہ سب راہ حق میں دے دیا، اور جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اپنے اہل وعیال کے لئے کیا چھوڑا؟ عرض کی اللہ اور اس کا رسول۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ایک شعر روایت ہے:

مجھ پر مال کی زکوۃ واجب نہیں، اور کیا سخی پر زکوۃ واجب ہوا کرتی ہے؟(۵۰)

مذکورہ بحث سے ظاہر ہوا کہ زکوۃ اسلام کا ایک اہم رکن ہے۔ قرآن وحدیث میں اس کی بڑی تاکید آئی ہے۔ زکوۃ ادا کرنے سے مال میں برکت اور اضافہ ہوتا ہے۔ اہل اللہ اتنا مال جمع ہی نہیں کرتے جس پر زکوۃ واجب ہو، وہ اپنا مال راہ خدا میں خوش دلی سے خرچ کرتے ہیں۔

عصر حاضر میں زکوۃ کی بڑی اہمیت ہے۔ اگر ہر صاحب نصاب آدمی زکوۃ نکالے اور ہر مستحق تک زکوہ پہنچے تو غربت کا خاتمہ ہو جائے اور ہمارا ملک معاشی طور پر مضبوط ہو جائے۔

۳۔ روزہ

روزہ بھی اسلام کا ایک اہم رکن ہے۔ قرآن وسنت میں اس کی بڑی تاکید ہے۔ حضرت سید علی بن عثمان ہجویری رحمہ اللہ روزہ کی اہمیت بیان کرتے ہوئے قرآن و حدیث سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> خدائے عزوجل نے فرمایا: "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ "(۵۱)
> اے ایمان والو: تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں۔
> عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: "يَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ الصَّوْمُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ"(۵۲)
> حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالی فرماتا ہے: روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔

روزہ ایک باطنی عبادت ہے۔ جس کا ظاہر سے کوئی تعلق نہیں۔ کوئی غیر اس میں حصہ دار نہیں ہوتا، اس لئے اس کی جزا بھی عظیم ہے۔

لوگوں کا داخلہ بہشت میں رحمت الہی سے ہو گا۔ درجات بقدر عبادات ملیں گے۔ مگر ہمیشہ بہشت میں رہنے کا ضامن روزہ ہو گا۔ کیونکہ حق تعالی نے خود اس کی جزا دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔(۵۳)

حضرت سید ہجویر رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں: روزہ در حقیقت نفس کو روکنا ہے۔ سب طریقت کا راز اسی میں مضمر ہے۔۔۔ نفس کو روکنے کی بہت سی شرائط ہیں۔ مثلا پیٹ کو کھانے سے بچانا۔ آنکھ کو نظر شہوت سے۔ کان کو غیبت سننے سے۔ زبان کو لغو اور بیہودہ باتوں سے۔ جسم کو دنیا کی پیروی اور شریعت کی مخالفت سے۔ صرف ان شرائط کی تکمیل کی صورت میں روزہ درست ہے۔(۵۴)

پھر حدیث پاک ذکر کرتے ہیں:

"عن أبي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه و سلم : كم من صائم ليس له من صيامه الا الجوع"(۵۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :بہت سے روزے دار ایسے ہوتے ہیں کہ ان کو روزہ سے بھوک اور پیاس کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

مذکورہ بالا عبارات سے واضح ہوا کہ روزہ کی اسلام میں بڑی اہمیت ہے۔ یہ اسلام کا اہم رکن ہے۔ اس کے ظاہری اور باطنی کئی فوائد ہیں۔

عصر حاضر میں جدید سائنس نے یہ ثابت کیا ہے کہ جو شخص سال میں ایک مہینہ روزے رکھتا ہے، وہ کئی بیماریوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ لیکن روزہ صرف کھانے پینے سے رکنے کا نام نہیں ہے۔ بلکہ پورے جسم کو ہر قسم کے گناہ سے بچانے کا نام روزہ ہے۔

۴۔ حج

حج بھی اسلام کا ایک اہم بنیادی رکن ہے۔ قرآن وحدیث میں اس کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ حضرت داتا گنج بخش رحمہ اللہ نے قرآن وحدیث کی روشنی میں حج کے فضائل واحکام بیان فرمائے ہیں۔ آپ اپنی کتاب "کشف المحجوب" میں لکھتے ہیں: حق تعالی نے فرمایا:

"وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا"(۵۶)

"بندوں پر بیت اللہ کا حج فرض ہے جس کو اس تک پہنچنے کی استطاعت ہو"۔

صحیح العقل، بالغ اور صاحب استطاعت مسلمان پر حج فرض ہے۔ میقات پر احرام باندھنا۔ میدان عرفات میں کھڑے ہونا۔ کعبہ کا طواف کرنا، صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا۔

اور بغیر احرام حرم میں داخل نہ ہونا۔ حرم مکہ کو مقام ابراہیم کی وجہ سے حرم کہتے ہیں۔ وہ مقام امن ہے، اور جنگ و جدل اس میں حرام ہے۔۔۔

حدیث پاک میں ہے: عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الْحُجَّاجُ وَالْعُمَّارُ وَفْدُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ، يُعْطِيهِمْ مَا سَأَلُوا، وَيَسْتَجِيبُ لَهُمْ مَا دَعَوْا۔۔۔"(۵۷)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

حجاج اور عمرہ کرنے والے اللہ تعالی کا کارواں ہیں، جو کچھ وہ مانگیں، انہیں دیا جاتا ہے۔ وہ جو دعا کریں قبول کی جاتی ہے۔(۵۸)

اصل حج اس کا ہے جس نے دوران حج تمام گناہ چھوڑ دیئے اور اپنے رب کو راضی کر لیا۔

حضرت سید ہجویر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

کوئی شخص حضرت جنید رحمہ اللہ کے پاس آیا۔ آپ نے پوچھا تم کہاں سے آئے ہو۔ عرض کی میں حج کے لئے گیا ہوا تھا۔ آپ نے پوچھا کیا حج کر لیا؟ اس نے جواب دیا جی ہاں۔ فرمایا: کیا گھر اور وطن چھوڑتے وقت سب گناہوں کو بھی چھوڑا؟ اس نے نفی میں جواب دیا۔ آپ نے فرمایا تم نے وطن سے سفر نہیں کیا۔ اچھا جب تم گھر سے نکلے اور رات کے وقت کسی جگہ قیام کیا تو کیا طریق حق کی بھی کوئی منزل طے کی؟ جواب پھر نفی میں تھا۔ آپ نے پھر فرمایا: تم نے کوئی منزل طے نہیں کی۔ اچھا جب تم نے میقات پر احرام باندھا تو کیا اپنی صفات بشری سے بھی روگرداں ہوئے؟ جواب نفی میں پاکر آپ نے پھر فرمایا: تم نے احرام نہیں باندھا۔ اچھا جب تم عرفات کے میدان میں کھڑے ہوئے۔ کیا کشف و مشاہدہ میں بھی کھڑا ہونا نصیب ہوا۔ جواب نفی تھا۔ آپ نے فرمایا تم عرفات میں کھڑے نہیں ہوئے۔ اچھا جب تم مزدلفہ میں گئے اور تمہارا مقصد پورا ہو گیا تو کیا اپنی خواہشات کو ترک کر دیا؟ جواب ملا نہیں۔ فرمایا: تم مزدلفہ بھی نہیں گئے۔ اچھا جب بیت اللہ کا طواف کیا تو باطن کی آنکھ سے تنزیہ {حق تعالی کو ہر عیب سے منزہ سمجھنا} کے مقام میں حق تعالی کے لطائف جمال کو دیکھا؟ جواب پھر نفی میں تھا۔ آپ نے پھر کہا تم نے طواف نہیں کیا۔ اچھا صفا و مروہ کے درمیان سعی کرتے وقت کیا تم نے صفا و مروہ کا درجہ سمجھا؟ جواب نفی میں تھا۔ آپ نے فرمایا تم نے سعی بھی نہیں کی۔ اچھا جب منی میں آئے تو کیا تمہاری حسرتیں ساقط ہو گئیں؟ عرض کیا نہیں۔

آپ نے فرمایا تم منی بھی نہیں گئے۔ اچھا جب قربان گاہ پر قربانی دی تو کیا خواہشات نفس کو قربان کیا؟ عرض کیا نہیں۔ آپ نے پھر فرمایا تم نے قربانی بھی نہیں دی۔ اچھا جب کنکر پھینکے تو تمام نفسانی امور پھینک دیئے؟ جواب نفی میں تھا۔ آپ نے فرمایا: تم نے کنکر بھی نہیں پھینکے۔ تمہارا حج بھی نہیں ہوا۔ واپس جاؤ اور اس طریق پر حج کرو، تاکہ مقام ابراہیم نصیب ہو۔(۵۹)

مذکورہ بالا عبارات سے معلوم ہوا کہ حج اسلام کا ایک اہم رکن ہے۔ اس کی اہمیت قرآن وسنت سے ثابت ہے۔ حج امت مسلمہ کے اتفاق واتحاد اور مساوات کا بہترین عملی ثبوت ہے۔ یہ اسلام کی عظمت وشان کا حسین مظہر ہے۔ حج کے مناظر دیکھ کر دشمنان اسلام پر مسلمانوں کا رعب اور دھاک بیٹھتی ہے۔ حج ذات پات، وطن، زبان اور رنگ ونسل وغیرہ تمام فرق مٹا دیتا ہے۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ بندہ نواز

نتائج وخلاصہ بحث

حضرت سید علی بن عثمان ہجویری رحمہ اللہ عظیم ولی کامل تھے۔ آپ کی تعلیمات قرآن وسنت کے عین مطابق ہیں۔ آپ کی کتاب "کشف المحجوب" تصوف پر ایک بہترین کتاب ہے۔ آپ نے اپنی اس کتاب میں اہم موضوعات پر قلم اٹھایا ہے۔ جن میں سے چند موضوعات اس مقالہ میں ذکر کئے گئے ہیں:

آپ رحمہ اللہ نے قرآن وحدیث سے استدلال کرتے ہوئے علم کی ضرورت واہمیت بیان فرمائی ہے۔ اور علم کے ساتھ ساتھ عمل کو بھی ضروری قرار دیا ہے۔ اور دینی اور دنیوی علوم حاصل کرنے پر زور دیا ہے۔

حضرت سید ہجویر رحمہ اللہ نے تصوف کی حقیقت واہمیت کو قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان فرمایا ہے۔ آپ نے صوفیاء کی مختلف اقسام بیان فرمائی ہیں، اصلی اور نقلی صوفی کی پہچان کروائی ہے۔ اور مشائخ کبار کے نزدیک صوفی کی مختلف تعریفات ذکر کی ہیں۔

آپ رحمہ اللہ نے قرآن وحدیث کی روشنی میں ایثار کی فضیلت واہمیت بیان کی ہے۔ اور صحابہ کرام کے اقوال کی روشنی میں اس کی خوب وضاحت فرمائی ہے۔

حضرت داتا گنج بخش رحمہ اللہ نے عقیدہ توحید کو بڑے احسن انداز میں بیان فرمایا ہے اور اس پر قرآن وحدیث سے دلائل پیش فرمائے ہیں۔اور صوفیاء کرام کے عقیدہ توحید کی پختگی کو خوبصورت طریقے سے ذکر فرمایا ہے۔

حضرت علی بن عثمان ہجویری رحمہ اللہ نے قرآن وحدیث کی روشنی میں طہارت کی ضرورت واہمیت کو بیان فرمایا ہے۔اور صوفیاء کرام کے اقوال کی روشنی میں ظاہری اور باطنی طہارت کو خوبصورت انداز میں ذکر فرمایا ہے۔

آپ رحمہ اللہ نے توبہ کی ضرورت واہمیت کو قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان کیا ہے۔ اور توبہ کی شرائط اور اقسام پر عالمانہ انداز میں بحث فرمائی ہے۔

حضرت سید ہجویر رحمہ اللہ نے قرآن وسنت کی روشنی میں عبادات کی فضیلت واہمیت کو بڑے عمدہ طریقے سے بیان فرمایا ہے۔ اور نماز، روزہ، حج اور زکوۃ پر بڑے محققانہ انداز میں بحث فرمائی ہے۔ آپ نے اس سلسلہ میں بزرگان دین کے اقوال سے استشہاد بھی فرمایا ہے۔

حوالہ جات وحواشی

[1] سورہ فاطر، ۳۵: ۲۸

[2] ابن ماجة أبو عبد الله محمد بن يزيد القزويني (المتوفى: ۲۷۳ھ)، سنن ابن ماجة، کتب حواشیہ: محمود خلیل الناشر: مكتبة أبي المعاطي، ج:۱، ص:۱۵۱

[3] البيهقي، أحمد بن الحسين بن علي بن موسى الخُسْرَوْجِردي الخراساني، أبو بكر (المتوفى: ۴۵۸ھ)، شعب الإيمان، حققه وراجع نصوصه وخرج أحاديثه : الدكتور عبد العلي عبد الحميد حامد أشرف على تحقيقه وتخريج أحاديثه : مختار أحمد الندوي ، صاحب الدار السلفية ببومباي – الهند، الناشر: مكتبة الرشد للنشر والتوزيع بالرياض بالتعاون مع الدار السلفية، الطبعة: الأولى، ۱۴۲۳ھ - ۲۰۰۳م، ج:۳، ص:۱۹۳

[4] ہجویری، علی بن عثمان حضرت داتا گنج بخش، کشف المحجوب، لاہور، ناشر: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، مطبوعہ: اگست، ۱۹۸۹ء، ص:۶۷

[5] سورۃ البقرۃ، ۲: ۱۰۲

[6] مسلم بن الحجاج أبو الحسين بن مسلم القشيري النيسابوري، الجامع الصحيح المسمى صحيح مسلم، بيروت، الناشر: دار الجيل بيروت - دار الأفاق الجديدة ـ باب التَّعَوُّذِ مِنْ شَرِّ مَا عَمِلَ وَمِنْ شَرِّ مَا لَمْ يَعْمَلْ. حدیث نمبر: ۷۰۸۱، ج:۸، ص:۸۱

[7] ہجویری، علی بن عثمان حضرت داتا گنج بخش، کشف المحجوب، ص:۶۸

[8] سورۃ البقرۃ، ۲: ۱۰۱

[9] ہجویری، علی بن عثمان حضرت داتا گنج بخش، کشف المحجوب، ص:۷۰

[10] ایضاص:۷۶،۷۷

[11] سورۃ الفرقان، ۲۵: ۶۳

[12] البخاري، محمد بن إسماعيل أبو عبد الله، الجامع الصحيح، حسب ترقيم فتح الباري، القاهرة، الناشر: دار الشعب- الطبعة: الأولى، ۱۴۰۷ – ۱۹۸۷، الباب كتاب بدء الوحي، رقم الحديث: ۵۰، ج:۱، ص:۲۰

[13] ابن أبي شيبة، أبو بكر عبد الله بن محمد العبسي الكوفي (۱۵۹ - ۲۳۵ هـ)، مُصنف ابن أبي شيبة، تحقيق: محمد عوامة. الهند. طبعة الدار السلفية الهندية القديمة. مع طبعة دار القبلة. الباب ۱۰. كلام ابنِ مسعودٍ رضي الله عنه. رقم الحديث: ۳۵۶۵۷-ج:۱۳، ص:۲۸۷

[14] ہجویری، علی بن عثمان حضرت داتا گنج بخش، کشف المحجوب، ص:۹۳، ۹۲

[15] ایضاص:۹۸

[16] ایضا، ص:۱۰۰-۱۰۳

[17] ایضا، ص:۱۰۵-۱۰۶

[18] سورۃ الأعراف، ۷ : ۱۹۹

[19] سورۃ الحشر، ۵۹: ۹

[20] ہجویری، علی بن عثمان حضرت داتا گنج بخش، کشف المحجوب، ص:۲۷۵

[21] السفيري، شمس الدين، شرح صحيح البخاري، دون ذكر الناشر والطبعة. باب المجلس السادس عشر في الكلام على حديث «بني الإسلام على خمس»، ج:۱۷، ص:۶

[22] ہجویری، علی بن عثمان حضرت داتا گنج بخش، کشف المحجوب، ص:۲۷۷

[23] سورۃ الحشر، ۵۹: ۹

[24] ہجویری، علی بن عثمان حضرت داتا گنج بخش، کشف المحجوب، ص:۲۷۸-۲۷۹

[25] سورۃ البقرۃ، ۲: ۱۶۳

[26] سورۃ الاخلاص، ۱۱۲: ۱

[27] سورۃ النحل، ۱٦: ۵۱

[28] ہجویری، علی بن عثمان حضرت داتا گنج بخش، کشف المحجوب، ص:۳۸۰

[29] ایضا، ص:۳۸۱

[30] ایضا، ص:۳۸۲

[31] مسلم بن الحجاج القشيري النيسابوري، الجامع الصحيح المسمى صحيح مسلم بيروت۔ الناشر: دار الجيل بيروت + دار الأفاق الجديدة۔ باب فَضْلِ الْوُضُوءِ. ج:۱، ص:۱۴۰

[32] سورۃ البقرۃ، ۲: ۲۲۲

[33] ہجویری، علی بن عثمان حضرت داتا گنج بخش، کشف المحجوب، ص:۳۹۵-۳۹۷

[34] ایضا، ص:۳۹۷-۳۹۸

[35] سورۃ التحریم، ٦٦: ۸

[36] سورۃ النور، ۲۴: ۳۱

[37] المناوي، زين الدين محمد، فيض القدير شرح الجامع الصغير، بيروت–لبنان الناشر: دار الكتب العلمية الطبعة الاولى ۱۴۱۵ھ- ۱۹۹۴م، ج:۵، ص:٦۱۸

[38] ابن ماجة أبو عبد الله محمد بن يزيد القزويني، سنن ابن ماجة، (المتوفى:۲۷۳ھ)، بَابُ ذِكْرِ التَّوْبَةِ. رقم الحديث:۴۲۵۰، ج:۵، ص:۳۲۰

[39] المناوي، زين الدين محمد، فيض القدير شرح الجامع الصغير، ج:۳، ص:۳٦۴

[40] سورۃ البقرۃ، ۲: ۲۲۲

[41] ہجویری، علی بن عثمان حضرت داتا گنج بخش، کشف المحجوب، ص:۴۰۰

[42] ایضا، ص:۴۰۱

[43] سورۃ آل عمران، ۳: ۱۳۵

[44] البخاري، محمد بن إسماعيل أبو عبد الله، الجامع الصحيح، باب اسْتِغْفَارِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ. رقم الحديث:٦۳۰۷، ج:۸، ص:۸۳

[45] ہجویری، علی بن عثمان حضرت داتا گنج بخش، کشف المحجوب، ص:۴۰۴-۴۰۵

[46] البخاري، محمد بن إسماعيل أبو عبد الله، الجامع الصحيح، باب دُعَاؤُكُمْ إِيمَانُكُمْ. رقم الحديث:۸ ج:۱، ص:۹

[۴۷] سورۃ البقرۃ، ۲: ۴۳

[۴۸] ہجویری، علی بن عثمان حضرت داتا گنج بخش، کشف المحجوب، ص: ۴۰۸-۴۰۹

[۴۹] سورۃ البقرۃ، ۲: ۴۳

[۵۰] ہجویری، علی بن عثمان حضرت داتا گنج بخش، کشف المحجوب، ص: ۴۲۷-۴۲۹

[۵۱] سورۃ البقرۃ، ۲: ۱۸۳

[۵۲] البخاري، محمد بن إسماعيل بن أبو عبد الله، الجامع الصحيح. باب قَوْلِ اللهِ تَعَالَى : {يُرِيدُونَ أَنْ يُبَدِّلُوا كَلاَمَ اللهِ}. رقم الحديث: ۷۴۹۲، ج: ۹، ص: ۱۷۵

[۵۳] ہجویری، علی بن عثمان حضرت داتا گنج بخش، کشف المحجوب، ص: ۴۳۶-۴۳۷

[۵۴] ایضا، ص: ۴۳۸

[۵۵] أحمد بن حنبل أبو عبد الله الشيباني، مسند الإمام أحمد بن حنبل، القاهرة، الناشر: مؤسسة قرطبة- باب مسند أبي هريرة، رقم الحديث: ۹۶۸۳، ج: ۲، ص: ۴۴۱

[۵۶] سورۃ آل عمران، ۳: ۹۷

[۵۷] البيهقي، أحمد بن الحسين بن علي، أبو بكر، شعب الإيمان، حققه وراجع نصوصه وخرج أحاديثه : الدكتور عبد العلي عبد الحميد حامد. باب فَضْلُ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ. رقم الحديث: ۳۸۱۰، ج: ۶، ص: ۱۷

[۵۸] ہجویری، علی بن عثمان حضرت داتا گنج بخش، کشف المحجوب، ص: ۴۴۵-۴۴۷

[۵۹] ایضا، ص: ۴۴۸-۴۴۹